ریاست کے تعلیمی نظام میں معلمین کا انتخاب اور تقرری، سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

Selection and Appointment of Teachers in the Education System of the State, A Research Study in The Light of the Prophet's Seerah

Dr. Navid Iqbal
Assistant Professor, Department of Hadith & Hadith Sciences
Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: navid.iqbal@aiou.edu.pk

Abstract

Educators are the backbone in the development of any state and nation. Teachers are among the educated classes of the nation. The duties of teachers include nation building, character building, self-purification, preparation for leadership, educating students with high ideals, right and wrong, legal, and illegal, halal and haram. Due to these important responsibilities, the teacher has been given the status of spiritual father. It is said that teachers are the guardians of the nation because it is up to them to groom the future generations and make them capable of serving the country. The highest grade of labor and the most valuable of all labors is that of the country's teachers. The duty of a teacher is more difficult and important than all other duties, because the key to all kinds of moral, social, and spiritual good is in his hands and the source of all kinds of progress is his hard work. Brings life out of darkness and makes it the ambassador of futures, tells the difference between good and bad and turns the darkness of the heart into light. Therefore, if merit is violated in the appointment of teachers, the results will not be what is expected from an excellent and competent teacher. In the developed countries of the world, great care is taken in the appointment of teachers. Rasulullah (PBUH) has neither given any position to an incompetent person nor has he sent them anywhere as a teacher. You have shown great seriousness in the matter of teachers. It is the responsibility of the state to take into consideration the methods and principles of the Prophet ﷺ in the appointment of teachers. Therefore, in this article, the principles and procedures of the appointment and selection of teachers have been described in the light of the Prophet's life.

Keywords: Selection, Appointment, Teachers, Education System, Prophet's Seerah, State

تعلیم کیا ہے؟

تعلیم و تعلم کی بناء پر انسان مہارت اور اقدار کے حصول کو ممکن بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قوم اور معاشرے میں تعلیم کا معیار بہتر اور مثالی ہوتا ہے تو اس معاشرے میں خوف خدا، نظم و نسق، صبر و انکساری، عزم واستقلال اور شکر گزاری جیسی صفات انسانی زندگی کا لازمی حصہ بن جاتا ہے۔ تعلیم یافتہ افراد میں معاشرتی مسائل کو

بہترین انداز میں حل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہیں۔ تعلیم کے ذریعے سے زندگی کے ہر موڑ پر نت نئے ایجادات اور نئے زاویوں سے سوچنے اور سماج کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے کی راہیں ہموار ہو جاتی ہیں۔ تعلیم یافتہ معاشرہ مفاد پرستی اور ذاتیات سے بالاتر ہو کر اجتماعی اور قومی مفادات وضروریات کو مقدم رکھتی ہے۔ پھر یہی معاشرے قومی اور اجتماعی قربانی کی بدولت اقوام عالم میں اپنی معاشی، اخلاقی اور سماجی ترقی کا لوہا منوا دیتی ہے بلکہ دوسرے اقوام اور معاشروں کے لئے مثالی نمونہ بن جاتی ہیں۔ تعلیم ایک ایسی دولت ہے جس سے نہ صرف صاحب علم مالامال ہوتا ہے بلکہ اس کی علم کی بدولت ایک معاشرہ اور قوم ہر فرد بھی فیض یاب ہو جاتا ہے اس کی تعلیم سے معاشرے میں جہالت اور کفر کے اندھیرے زائل ہو جاتے ہیں۔ تعلیم وتربیت سے آراستہ افراد بہت ہی کم وقت میں کسی معاشرے اور سماج کی تہذیب وتمدن اور حالات کو پر سکون اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کرسکتے ہیں۔ تعلیم ہی بدولت ایک انسان دوسرے انسان کی عزت وآبرو، مال ودولت اور سکون وراحت کا خیال رکھتا ہے اور دوسروں سے محبت اور عزت وتکریم سے پیش آتا ہے۔

تعلیم کی اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں

علم وتعلیم ہی وجہ سے انسان کی قلبی دنیا ایمان ویقین کی نعمتوں سے آباد رہتا ہے۔ علم انسان کو انسان کے قریب کرتا ہے اس لئے دشمن کو دوست، بُروں کو اچھا، بے گانوں کو اپنا اور سماج میں افر تفری کو سکون میں بدلتا ہے۔ اس لئے علم سے مالامال انسان اور علم سے عاری انسان برابر نہیں ہوسکتے۔ قرآن کریم کی سورۃ الزمر میں اللہ کا ارشاد ہے:

کہ آپ فرمادیں: کیا صاحب علم اور علم سے عاری شخص برابر ہوسکتے ہیں۔ (جواب واضح ہے کہ برابر نہیں ہوسکتے)۔ آگے فرمایا کہ نصیحت عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔ [1]

ایک اور آیت میں صاحب علم اور جاہل کے مابین فرق کو روشنی اور تاریکی کی مثال دے کر واضح کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

"''قُلْ هل يَسْتَوِيْ الأَعْمَى وَالْبَصِيْرُ أَمْ هلْ تَسْتَوِيْ الظُّلُمَاتُ وَالنُّور"۔[2]

آیت کا مطب یہ ہے کہ کیا جاہل اور علم سے عاری شخص اور صاحب علم برابر ہوسکتے ہیں یا روشنی اور تاریکی برابر ہوسکتی ہے۔ یہ تو صاف واضح ہے کہ یہ دونوں چیزیں برابر نہیں ہوسکتی لہذا صاحب علم اور جاہل بھی برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ علم وتعلیم کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ پہلی وحی سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے جس دین سے نوازنا تھا اس کی سب سے پہلی وحی اور ابتداء ہی تعلیم سے فرمائی۔ لہذا دین اسلام کی ابتداء تعلیم سے کرنے کی حکمت

یہی ہو سکتی ہے کہ انسان کے لئے تعلیم کی انتہائی ضرورت ہے جب علم نہیں ہو گی تو خالق کائنات کی پہچان اور معرفت کیسے ہو سکتی ہے۔

تعلیم کا دائرہ کار

علم و تعلیم کا دائرہ انتہائی وسیع ہے۔ علم بحثیت علم ایک لا محدود سلسلہ ہے اس لئے دین اسلام میں بھی کسی خاص قسم کے علم کو حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ علم کی لا محدودیت کو قائم رکھنے کے لئے فرمایا کہ علم حاصل کرو۔ اور عالم سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس کسی بھی چیز کے بارے میں علم ہو چاہئے اس شخص نے قرآن و سنت کی علم حاصل کی ہو یا فقہ و کلا مو منطق کا ہو یا پھر سائنس، میڈیکل، ٹیکنالوجی، زراعت، صنعت و حرفت کا علم ہو یہ سب افراد تعلیم یافتہ طبقے میں شمار کئے جائیں گے۔ قرآن کریم میں جابجا مختلف الفاظ سے خطاب کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔ اس لئے کہیں پر فرمایا: تم اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار کیوں نہیں لاتے؟ تم کلام الہی میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ تم لوگ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟ آپ لوگوں کے اندر شعور کیوں پیدا نہیں ہوتا؟ تم لوگ میری نشانیوں آسمان و زمین میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔ قرآن کریم کی یہ تمام آیات دینی علوم کے ساتھ دنیاوی علوم کے حصول کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس لئے آج کے دور میں جس علم کو ہم سائنس و ٹیکنالوجی کا دور کہتے ہیں ان تمام علوم کا سرچشمہ قرآن کریم ہی ہے۔

تعلیم اور فلاح و بہبود

تعلیم اور تعلیمی ماحول کا ہونا کسی بھی سماج اور ریاست کی ترقی میں ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا میں موجود ترقی یافتہ قوموں نے ہمیشہ سے تعلیم ہی بدولت ترقی کی منزلیں طے کی ہیں۔ سیرت رسول اور صحابہ کرام کا ذوق و شوق میں غور و فکر کرنے سے ایک ہی نتیجہ سامنے آتا ہے وہ یہ کہ اگر دنیا اور آخرت دونوں میں فلاح و نجات چاہتے ہو تو تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔ اس کی واضح مثال جزیرۃ العرب کی ہمارے سامنے ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت ان کا کیا حال تھا۔ ہر طرف قتل و غارت گیری، بچیوں کو زندہ در گور کرنا، بت پرستی نیز ہر قسم کی بُرائی موجود تھی لیکن رسول اللہ نے ان کے ایسے حالات بدل دیئے جو جہالت کی وجہ سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ ایک دوسرے کو خون دینے والے بن گئے۔ اس لئے ریاست پاکستان میں بھی تعلیم تربیت میں بہتری لا کر ایک پُر امن ملک اور ریاست بنائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ تعلیم ایک ذہنی، نفسیاتی اور اخلاقی تربیت ہے جس کی وجہ سے ایسے مرد و خواتین کو پیدا کرنا ہے جو ریاست کے ذمہ دار اور باشعور شہریوں کی حیثیت سے اپنے فرائضی منصبی کو انجام دینے کے لئے اہل ہوں۔

ایک روایت میں آتا ہے:

(جب قیامت میں اللہ تمام انسانوں کو زندہ کریں گے تو اس وقت اللہ اہل علم کو الگ کریں گے اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائیں گے کہ اے پڑھے لکھے لوگوں میں اپنا علم آپ لوگوں کو اس لئے ودیعت نہیں کی تھی کہ میں تمہیں عذاب دوں گا تم سب لوگوں کی مغفرت کر دی گئی ہے)۔[3]

اس روایت میں صاحب علم کو مخاطب کیا ہے چاہے وہ کسی بھی میدان میں علم حاصل کر چکا ہو بشرطیکہ ان کی نیت خالص اللہ کی رضا اور انسانیت کی خدمت کے لئے ہو تو اس کوئی بھی ڈاکٹر ہو انجینئر ہو یا سائنس دان وغیرہ سب کے بارے میں اللہ تعالی یہی فرمائیں گے کہ تم سب کی مغفرت ہو گئی۔

تحقیق کی دنیا میں جب کوئی کالم نگار کسی موضوع پر قلم اُٹھاتا ہے تو کسی بھی موضوع پر لکھنے سے پہلے ان کے سامنے اہداف اور مقاصد ہوتے ہیں۔ ریاست کے تعلیمی نظام کے بارے میں مقالہ لکھنے کا مقصد تو انتہائی واضح ہے کیونکہ تعلیم اور ریاست یہ دونوں لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ریاست میں تعلیم نہ ہو تو ریاست فلاح و بہبود کی طرف گامزن ہی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ ریاست کامیاب ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ کا نظام تعلیم

کسی بھی ریاست کے بنیادی فرائض میں سے ایک تعلیم اور نظام تعلیم پر توجہ دینا اور اس میں ترقی اور بہتری کی کوشش کو دوام بخشنا ہوتا ہے۔ نزول وحی کے بعد مکی زندگی میں آپ ﷺ اور ایمان لانے والے صحابہ کے حالات زندگی میں تدبر کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ مکی دور میں تعلیم کا کوئی منظم اور مستقل انتظام نہیں تھا اس کی کئی وجوہات تھی جس میں مسلمانوں کی تعداد کا بہت کم ہونا، کفار مکہ کے ظلم و جبر کا خوف ہونا اور اسی طرح ابتداء میں صرف کلمہ حق کی دعوت کا ہونا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے سب سے پہلے با قاعدہ نظام تعلیم کی طرف توجہ اس وقت دی جب آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہاں پر ایک اسلامی ریاست قائم کی۔ آپ ﷺ جانتے تھے کہ کوئی بھی ریاست ایک مضبوط جاندار نظام تعلیم کو استوار کیئے بغیر ترقی کے منازل طے نہیں کر سکتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے مدنی ریاست میں تعلیمی انقلاب برپا کرنے کے لئے مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ تعلیم و تعلم کے لئے چبوترہ (صفہ) کا انتظام فرمایا۔ لیکن مدینے میں ریاست کے قیام سے پہلے ہی آپ نے ہجرت مدینہ سے قبل مصعب بن عمیر کو بحثیت معلم مدینہ بھیج دیا تھا تا کہ وہاں پر تعلیم و تربیت اور تزکیہ نفوس کا انتظام کر سکے۔ لیکن با قاعدہ نظام تعلیم کا آغاز اس وقت فرمایا جب آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر کی اور ساتھ میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے سائبان اور چبوترہ کا انتظام بھی فرمایا۔ اس

درسگاہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں نوجوان، عمر رسیدہ غرض ہر عمر کے صحابہ کرام شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس عالمگیر محنت اور کوشش کا پھر یہ نتیجہ نکلا کہ علم اور تحصیل علم پر اس وقت برہمنوں، پادریوں اور شہزادوں کی اجارہ داری ختم ہوئی ہر عام و خاص، امیر و غریب، آزاد و غلام اور مرد و عورت کو علم حاصل کرنے کے مواقع میسر آ گئے۔ پھر تھوڑے ہی عرصے میں مدینہ علم کا مرکز بن گیا۔

نظام تعلیم کے چار بنیادی عناصر

کسی بھی ریاست کے نظام تعلیم کے اندر چار بنیادی عناصر کا ہونا لازمی ہے:

1۔ معلمین 2۔ نصاب تعلیم 3۔ تعلیمی مراکز اور ادارے 4۔ وسائل اور ذرائع تعلیم

پاکستان کی نظام تعلیم میں ان چار امور میں سے معلمین کے انتخاب اور تقرری کے بارے میں سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔

نظام تعلیم میں معلمین کا کردار

پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ کسی بھی معاشرے اور قوم کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار اساتذہ کرام کا بھی ہوتا ہے۔ استاذ کی قوم کی ذہنی، اخلاقی اور جسمانی پہلو سے ایک طبیب کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہذا ریاست معلمین اور اہل علم کی عزت و وقار اور فلاح و بہبود کی طرف خصوصی توجہ دے۔ اس حوالے سے چند امور نہایت قابل ذکر ہیں:

الف۔ معلمین کی معاشی کفالت اور اجرت

معلمین کے لئے ایک ایسی پالیسی اور نظام بنائے جس میں ان کو معاشی طور پر کسی قسم کی تنگی اور ذلت کا سامنا نہ ہو تا کہ وہ قوم کی نئی نسلوں کو خلوص نیت اور خدمت خلق کے جذبے سے تعلیم دے سکیں۔ اسلام کے ابتدائی ادوارے سے معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ کرام کی تنخواہیں ان کی ضروریات کی بقدر بیت المال سے ادا کی جاتی تھی جس کی وجہ سے معلمین پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ تدریس میں مصرف ہوتے تھے۔

حضرت عطاء سے روایت ہے: مدینہ منورہ میں پڑھانے والے تین اساتذہ کرام کی تنخواہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے مقرر کی تھی جس میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ماہانہ کی بنیاد پر دیئے جاتے تھے۔[4] علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ حکومت وقت کے امیر کے ذمے یہ لازم ہے جو شخص فقہ، فتاوی (یعنی تعلیم و تعلم) کے لئے وقف کرے تو اس کے لئے اتنی تنخواہ مقرر کرے جو اس کو دیگر پیشوں سے بے نیاز کرے۔ حضرت عمرؓ کا معمول یہ تھا کہ وہ ایسے افراد کو سالانہ ایک سو دینار عطا کرتے تھے۔[5] اس کے علاوہ جامع الصغیر میں ایک روایت منقول ہے کہ حافظ

قرآن کو سالانہ دو سو دینار دیئے جائیں گے۔[6] حافظ مناویؒ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ روایت میں ذکر کردہ مقدار اگر اس کے خرچ کے لئے کافی نہ ہو اور کم ہو جائے تو مقدار کو بڑھایا جائے گا۔[7] اسلامی تعلیمات میں مدرسین اور معلمین کا خاص خیال رکھا گیا ہے ان کی معاشی زندگی کا اس قدر خیال رکھا جاتا تھا تاکہ وہ مکمل یکسوئی اور اطمینان قلب کے ساتھ تدریسی خدمات کو انجام دے سکے۔ مگر افسوس یہ ہوتا ہے کہ پاکستان کے اندر تعلیم کے میدان میں چاہے اساتذہ کرام کی تنخواہیں ہوں یا تعلیمی ادارے ہوں بہت ہی کم مقدار میں بجٹ مختص کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ترقی یافتہ ممالک کی بجٹ کے ساتھ اگر موازنہ کیا جائے تو ان کے ہاں زیادہ بجٹ تعلیم کے لئے مختص کیا جاتا ہے جب کہ پاکستان میں تعلیم کا بجٹ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے بلکہ ہر سال اس میں مزید کمی کا رجحان دیکھنے میں آرہا ہے۔

معلمین کی مالی معاونت نہ ہونے اور تنخواہوں کی کمی کی وجہ سے اس وقت بہت سے قابل ترین افراد پاکستان کو چھوڑ کر بلاد غیر میں مشغول ہیں اسی طرح بہت سارے افراد ایسے بھی ہیں اگر وہ علمی اور تدریسی میدان میں ہوتے تو ملک کا تعلیمی ماحول یہ نہ ہوتا لیکن اسی تنخواہوں کی کمی اور معاشی مسائل کی بناء پر وہ تعلیمی میدان کو خیر باد کہہ دیتے ہیں اور اپنی توانائیں ان مقامات پر صرف کرتی ہیں جو ان کے لئے مناسب نہیں ہوتی۔ اس لئے ریاست پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اساتذہ کرام کی تنخواہوں اور وسائل پر خصوصی توجہ دیں۔ تاکہ اساتذہ طلباء کی محنت اور کامیابی پر توجہ دے سکیں۔

ب- معلمین کا انتخاب اور تقرری

پاکستان کے نظام تعلیم میں دوسرا ایک اہم مسئلہ اساتذہ کرام کی تقرری کا ہے۔ پاکستان کی تعلیمی نظام میں سیاسی مداخلت کافی نقصان کا باعث ہے۔ سیاسی افراد تعلیمی اداروں میں کافی دلچسپی بھی رکھتے ہیں اساتذہ کرام کی تقرریاں اور تبادلے اور اسی طرح دیگر نظام میں بے جا مداخلت سے اساتذہ کی عزت نفس تک مجروح کر دی جاتی ہے۔ پاکستان میں تعلیم جیسے اہم ترین کام اور شعبہ کی ذمہ داری سی ایسے شخص کے حوالے کر دی جاتی ہے جو کسی بھی لحاظ سے اس کا اہل نہیں ہوتا۔ دوسری طرف ایک باکمال اور باصلاحیت شخص کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اس کی صلاحیتوں سے قوم وملت اور معاشرے میں بہتری آسکتی ہے۔ روایت میں ہے:

" إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ"۔[8]

جب کام نااہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

صوبہ خیبر پختونخواہ میں گزشتہ کئی سالوں سے ایک عجیب وغریب نظام لایا گیا۔ جس میں پرائمری اور ہائی سکول تک کے اساتذہ کے لئے صرف گریجویشن کی شرط رکھی۔ چہ جائے کہ کسی نے انجینئیرنگ میں بی ایس کیا ہو یا شعبہ زراعت میں، شعبہ حیوانات سے ویٹرنری میں بی ایس لیول کی تعلیم حاصل کی ہو وہ سکول میں استاذ بننے کا اہل ہے۔ چاہے اس کو

ایجوکیشن کے منہج، اسلوب اور طریقہ کار کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ اس نظام کی وجہ سے ایک طرف سے تعلیمی نظام کا نقصان ہو رہا ہے تو دوسری طرف دیگر شعبہ ہائے زندگی کے قابل لوگ اپنے شعبوں میں جانے کی بجائے استاذ کے انتخاب پر اکتفاء کر جاتے ہیں اور ٹیکنالوجی، زراعت اور انجینئیرنگ کے شعبے خسارے کی طرف جا رہے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی تعلیمات اور معمول یہ تھا کہ آپ کسی بھی شعبے میں افراد کی تقرری کے وقت ان کی تعلیم اور تجربے کو مد نظر رکھتے تھے اور اس میدان میں ماہر افراد کا ہی انتخاب فرماتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے:

"یقول:" خذوا القرآن من اربعة: من عبد الله بن مسعود فبدا به وسالم مولى ابي حذيفة ومعاذ بن جبل وابي بن كعب[9]."

فرمایا: کہ قرآن کی تعلیم چار آدمیوں سے سیکھو، ابن مسعود، آپ نے سب پہلے ابن مسعود کا نام ذکر کیا اس کے بعد ابو خذیفۃ کے غلام سالم سے، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ اس روایت میں آپ نے قرآن کی تعلیم کے لئے ان صحابہ کو مخصوص کرنے کی وجہ تدریس قرآن میں ان کی مہارت کا ہونا ہے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو پرکھ لیتے تھے، مزید بہتر بنانے کے لیے ان کی تربیت بھی کرتے تھے اور اُن کے مطابق اُنھیں ذمہ داری سونپ کر ان سے کام لیتے تھے۔ لیکن آج ہمارے ملک میں صلاحیتوں کی بجائے رشتہ داری، دوستی اور برادری کا مقدم رکھا جاتا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر میدان میں ان افراد کا تعین اور تقرری کی جائے جو اس کے صحیح اہل اور صلاحیت کے حامل ہوں۔

آپ ﷺ نے ہر میدان میں اہلیت و قابلیت کی بناء پر ذمہ داریوں کو تقسیم کیا۔ اس معاملے میں غیر ذمہ دارانہ رویہ اختیار کرنے والے یا کسی امارت اور عہدہ کو محض رشتہ داری، تعلق اور دوستی کی بنیاد پر تقسیم کرنے والوں کے بارے میں سخت پہلو اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

" مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ اِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ"۔[10]

جس شخص کو اللہ نے لوگوں کا ذِمہ دار بنایا اور اس نے خیانت کی تو اللہ اس پر جنت کی خوشبو تک حرام کر دے گا۔

آپ علیہ السلام نے حضرت زید کو علم میراث اور حفاظت و کتابت قرآن میں مہارت کی بناء پر آیات قرآن کو محفوظ کرنے کے کام پر لگا دیا تھا۔

ج-طریقہ تعلیم اور اصول تدریس

پاکستان کی تعلیمی نظام کے زوال کے اسباب میں سے ایک اکثر اساتذہ کرام کا طریقہ تعلیم سے ناواقفیت بھی ہے۔ جس کی وجہ سے طلباء کی استعداد اور علم میں اضافہ کی بجائے تعلیم سے نفرت کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ متعلقہ مضامین میں طلباء کی عدم دلچسپی اور اساتذہ کرام کے عزت و احترام میں کمی کا ہونا جیسے امور کی شکل میں سامنے

آتا ہے۔ لہذا پاکستان کی تعلیمی اداروں میں پڑھانے والے اساتذہ کرام کے لئے تقرری کے بعد مخصوص ٹریننگ کا انعقاد ممکن بنایا جائے جس میں طریقہ تعلیم اور تدریس کے اصولوں سے ہر ایک کو واقفیت حاصل ہو سکے۔ اگر سیرت رسول اللہ ﷺ پر روشنی ڈالی جائے تو ان کی طریقہ تعلیم اور ہمارے طریقہ تعلیم میں بعض چیزوں واضح فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ نے کتاب وحکمت کی تعلیم کے لئے جن اسالیب اور طریقوں کو اختیار کیا ہے اس کو اختصار کے ساتھ ذکر کرنا مناسب ہو گا۔

I. تعلیم و تعلم میں طلباء اور سامعین کے زبان اور لہجے کا لحاظ رکھنا

تعلیم کا سب سے مؤثر طریقہ یہ کہ طلباء کو انہی کی زبان میں تعلیم دی جائے۔ جس کی تاثیر زیادہ ہوتی ہے اور سمجھنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اس سے اپنائیت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ دیگر زبانوں کا سیکھنا بھی اپنی جگہ مفید اور درست ہے۔ آپ بھی ہر قوم اور قبیلے کو انہی کی زبان اور لہجے میں تعلیم اور احکام سکھاتے تھے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ قبیلہ بنی اشعر کے کچھ افراد رسول اللہ ﷺ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے ان سے فرمایا:

" ليس مِن امبرّ امصِيامُ فِي امسفَرِ "[11] یعنی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ہر انسان کو انہی کی لغت میں مخاطب فرمایا کرتے تھے۔[12]

اس کے علاوہ اگر دیکھا جائے تو عہد نبوی میں اس وقت دو سپر پاور موجود تھے ایک روم اور دوسرا فارس، لیکن رسول اللہ ﷺ نے کسی ایک سپر پاور کی نہ تو زبان کو وہ اہمیت دی ہے جس کو تعلیم کا الہ سمجھا جائے اور نہ ہی ان کی عادات، ثقافت، لباس اور طریقہ ہائے زندگی کی کسی پہلو کو نہ خود اپنایا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کو دعوت یا رغبت دلائی ہے۔ بلکہ آپ کی کوشش تو یہ تھی کہ دوسرے لوگ بھی ہماری دین، ثقافت، زبان اور لباس وعادات کو اپنائے۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ بہت کم عرصے میں عالم عرب اور اطراف کے ملکوں میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ غرض یہ کہ اس وقت ترقی یافتہ اپنی ہی زبانوں میں تعلیم دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ آگے بڑھتے جارہے ہیں لیکن بد قسمتی سے ہم آزاد ہو کر بھی ابھی دوسروں کی غلامی کو چھوڑنے کو تیار نہیں۔

II. تعلیم و تعلم میں وقفہ دینا

رسول اللہ ﷺ اس انداز سے تعلیم دیا کرتے تھے کہ سامعین اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ ان کی توجہ اپنی طرف رکھتے تھے مزید یہ کہ آپ ہر روز تسلسل کے ساتھ تعلیم وتربیت کی بجائے ناغہ کے ساتھ درس دیا کرتے تھے تاکہ سننے والوں میں علم کا شوق باقی رہے۔ جیسا کہ ابن مسعود سے ان کے ایک شاگرنے خواہش ظاہر کہ آپ ہمیں روزانہ درس دیا کریں، جواب میں فرمایا کہ میں آپ لوگوں کی اکتاہٹ کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا اور پھر فرمایا:

"''إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يتخولنا بالموعظة في الأيام، مخافة السآمة علينا"۔[13]

رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ و نصیحت کے معاملے میں ہماری اکتاہٹ کی ڈر سے اوقات کا لحاظ رکھتے تھے۔

III. طلباء کی ذہنی اور عقلی معیار کو سامنے رکھ کر تعلیم دینا

طریقہ تدریس میں سے ایک انتہائی ضروری امر طلباء کی ذہنی استعداد کو سامنے رکھ کر آسان انداز میں گفتگو کرنا تاکہ سب کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ آپ کا انداز انتہائی بلیغ اور آسان ہوا کرتا تھا جس کو دیہاتی اور ان پڑھ کند ذہن افراد بھی سمجھ لیتے تھے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہوتا ہے کہ پاکستانی معاشرے میں ایسے اساتذہ کرام بھی پائے جاتے ہیں تو طلباء کو مرعوب کرنے کے لئے مشکل اصطلاحات اور نادر الفاظ کا استعمال کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلباء کا اس استاذ سے پڑھنے کا شوق باقی نہیں رہتا اور اس کے مضمون میں داخلہ لینے سے کتراہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں لہذا اساتذہ کرام کے سمجھانے کا انداز انتہائی آسان ہونا ضروری ہے۔

IV. کلام میں نرمی اور بردباری کا ہونا

تدریس اور تعلیم میں بات کرنے کا انداز ایسا ہو کہ طلباء کو سمجھنے اور یاد کرنے میں آسانی ہو۔ یعنی ٹھہر ٹھہر کر آہستہ آہستہ تسلسل کے ساتھ ہو کہ اگر کوئی کتابت کی شکل میں محفوظ کرنا چاہئے تو وہ محفوظ بھی کر سکے۔ چنانچہ رسول اللہ کے طریقہ تعلیم یہ بھی تھا کہ آپ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر کلام کرتے تھے اور بعض اوقات ایک ہی بات کو تین بار دہراتے تھے تاکہ سامعین کو بات اچھی طرح سے سمجھ میں آکر یاد کر سکے۔[14]

V. معلمین میں عجز وانکساری کا ہونا

اساتذہ کے اندر عجز وانکساری کا ہونا بھی تعلیم کے مؤثر ہونے کے لئے ضروری ہے۔ جب اساتذہ میں تواضع ہو گی تو ان کے لہجے میں نرمی اور محبت کا پہلو غالب ہو گا جس کا اثر براہ راست طلباء کی ذہنیت اور نفسیاتی پہلوؤں پر ہوتا ہے۔ مگر ہما آپ ﷺ کا انداز گفتگو انتہائی نرم اور مٹھاس سے بری ہوتی تھے۔ آپ نے ہمیشہ تواضع وانکساری کی روش کو اختیار کیا۔[15] کوئی سخت لب لہجہ کا استعمال بھی کرتا لیکن آپ ان کو بھی نرم انداز سے جواب دیتے تھے جس کا نتیجہ اس شخص کا رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کمال کو پہنچنا ہوتا تھا۔

VI. معلمین میں محبت اور شفقت کا ہونا

تعلیم و تعلم کے میدان میں معلمین کا رویہ شاگردوں کے ساتھ محبت و شفقت کا ہونا چاہئے۔ اساتذہ میں محبت، نرمی اور شفقت کا ہونا تعلیم و تعلم کے لئے انتہائی نفع بخش اور سود مند ہوتا ہے۔ تمام طلباء کو اپنی روحانی اولاد

سمجھ کر پڑھانے کی ضرورت ہے۔ تمام طلباء کو اپنے ایک خاندان کی طرح سمجھ کر آگے لے جانے کی کوشش اور لگن کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے:

''إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ"[16] میں تمہارے والد کی مانند ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔

خلاصۃ البحث

تعلیم و تربیت انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے ضروری ہے۔ اگر ایک شخص یا فرد خود سے تعلیم و تربیت کی زیور سے آراستہ ہے تو وہ معاشرے میں سکون و راحت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس لئے تعلیم کا معاملہ انفرادی نوعیت کا ہو یا پھر اجتماعی اور قومی سطح پر ہو اس کی اہمیت اور افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ تعلیم یافتہ معاشرے قومی اور اجتماعی قربانی کی بدولت اقوام عالم میں اپنی معاشی، اخلاقی اور سماجی ترقی کا لوہا منوا دیتی ہے بلکہ دوسرے اقوام اور معاشروں کے لئے مثالی نمونہ بن جاتی ہیں۔ تعلیم ہی بدولت ایک انسان دوسرے انسان کی عزت و آبرو، مال و دولت اور سکون و راحت کا خیال رکھتا ہے۔ ریاست پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے۔ اس لئے ریاست پاکستان کا تعلیمی و تربیت کے حوالے سے نظم و قوانین کا اسلامی اصولوں اور ہدایات کے عین مطابق ہونا ضروری ہے۔ ریاست کے تعلیمی نظام میں بنیادی کردار معلمین کا ہوتا ہے۔ اس لئے ریاست کی بنیادی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ وہ معلمین کی تقرری اور انتخاب کو صاف و شفاف انداز سے کرے اور اس میں انصاف کے اصولوں کو مد نظر رکھے۔ اگر کہیں پر میرٹ کو نظر انداز کیا جائے گا تو اس کے برے نتائج بھی سامنے آئیں گے جس کا اثر نہ صرف اس علاقے اور معاشرے کا تک ہو گا بلکہ پوری ریاست اس سے متاثر ہو گی۔ اس لئے نظام تعلیم میں معلمین کی تقرری اور انتخاب کو میرٹ اور انصاف کے مطابق کرنا ہی ریاست کے تعلیمی نظام میں بہتری آسکتی ہے۔ ریاست پاکستان کو بنے 75 سال ہوئے لیکن اس کی نظام تعلیم میں بہتری کی بجائے خرابیوں اور نقائص میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جس کی ذمہ داری بعض اوقات حکومت وقت کی ہوتی ہے جب بعض امور میں حکومت اپنا کام مکمل کر کے اپنے عوام کے ذمے لگا دیتی ہے لیکن بحثیت قوم اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتے ہر کام میں خیانت، رشوت اور سفارش کا بازار گرم کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے ملک میں تعلیمی ڈگریاں تک بک جاتی ہیں جس پر لوگ سفارش اور رشوت کی بناء پر بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہو کر ریاست کا بیڑہ غرق کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے تو نا اہل کو کوئی عہدہ دینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ جبکہ ہمارے ملک میں عہدہ سے پہلے جعلی تعلیمی سندات دئے جاتے ہیں۔ اس لئے نظام بہتری کی بجائے تنزلی کی طرف جا رہا ہے۔ ریاست کی تعلیمی نظام کے بارے میں چند تجاویز ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

تجاویز

1- تعلیم کسی بھی ریاست کی ترقی و بہبود کے حوالے سے ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے تعلیم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

2- ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ تعلیم کے لئے زیادہ سے زیادہ بجٹ مخصوص کرے تاکہ تعلیم کے میدان میں کسی بھی چیز کی کمی نہ ہو۔

3- ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معلمین کی تقرری میں میرٹ اور انصاف کے اصولوں کو اپنانے کی بھرپور کوشش کرے۔ کسی بھی ادارے میں اقرباء پروری اور رشتہ داری کی بجائے قابل افراد کا انتخاب کرے۔

4- تعلیم کے ساتھ تربیت بھی بہت ضروری ہے کیونکہ تربیت کے بغیر علم و تعلیم مؤثر نہیں ہوتا۔ اس کے لئے مذہبی سکالرز کی خدمات لی جاسکتی ہیں۔

5- نظام تعلیم اپنی قومی زبان میں ہونا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان میں ہی تعلیم و تربیت فرمائی ہے۔ البتہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے دیگر زبانوں میں مہارت کا ہونا بھی لازمی ہے۔

6- نصاب تعلیم قومی اور بین الاقوامی دونوں زبانوں میں ہونا چاہئے تاکہ کسی کو بین الاقوامی زبان کی وجہ سے مشکلات نہ ہوں۔

7- تعلیمی نظام سے منسلک معلمین کی تنخواہوں اور مالی امور میں ان کی ضروریات کی حد تک خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ توجہ اور خلوص قلب کے ساتھ اس اہم فریضہ کو انجام دے سکیں۔

8- ملکی سطح پر تعلیم و تربیت کی اہمیت اور ضرورت کو اجاگر کیا جائے تاکہ بچے اور جوان تعلیم حاصل کرنے کے لئے سکولز کی طرف رجوع کریں۔ اس کے لئے مساجد کے ائمہ اور واعظین سے کام لیا جاسکتا ہے۔

مصادر و مراجع

[11] سورۃ الزمر، آیت،9۔

[2] سورۃ الرعد، آیت،16۔

[3] امام طبرانی، معجم الکبیر،2/84،حدیث رقم،1381۔

[4] ابن عساکر، علی بن الحسن، تاریخ دمشق،35/24۔

[5] مقدمہ رسم المفتی، ص،15۔

[6] امام سیوطی، الجامع الصغیر،1/336۔

[7] المناوی، تیسیر بشرح الجامع الصغیر،1/999۔

[8] امام بخاری، صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث رقم،59۔

[9] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، حدیث رقم،3808۔

[10] امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم،7150۔

[11] احمد بن حنبل، مسند،2/147۔

[12] شہاب الدین الزرقاني، شرح الزرقاني على المواهب الدنية،1/134، دار الكتب العلمية، ط-1996ء۔

[13] امام ترمذی، سنن، کتاب الادب، حدیث رقم،2855۔

[14] دیکھئے: امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، حدیث رقم،95۔

[15] دیکھئے: امام مسلم، صحیح مسلم، حدیث رقم،6592۔

[16] امام ابو داؤد، سنن، کتاب الطہارۃ، حدیث رقم،8۔